خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 29

Track - 1

33:34

''آدم اپنے ورثے سے کس طرح واقف ہوگا؟''

اتنا مختصر ہوجاتا ہے کہ خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا ہے ... (آواز غائب ہے)...
بیکٹیریا بن جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ سوئی کی ایک نوک پر کئی لاکھ بیکٹیریا
آجاتے ہیں یعنی بیکٹیریا ایک ایسی مخلوق ہے اتنی چھوٹی مخلوق ہے کی سوئی
کی نوک پر لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوجاتی ہیں، تو پانی جب سمٹتا ہے تو
بیکٹیریا بن جاتا ہے اور سمٹتا ہے تو وائرس بن جاتا ہے ۔ ایسا وائرس بن جاتا ہے
کہ کسی خوردبین سے نظر بھی نہیں آتا۔ یعنی اتنا سمٹ کے چھوٹا ہوجاتا ہے ۔
اور جب پانی پھیلتا ہے یعنی پانی کے اندر جو پھیلنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے عطا
کی ہے جب پانی اس صلاحیت کو استعمال کرتا ہے تو پہاڑ بن جاتا ہے۔ میلوں
میل پہاڑ آپ دیکھتے ہیں تو یہ پانی کا سمٹنا، پانی کا پھیلنا ، پانی کا دور کرنا۔ اب
مثلاً اب انسان کے اندر پانی کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ خون کو دوڑاتا پھرتا
ہے۔ شریانوں میں، وریدوں میں ، دماغ میں ایسی ایسی باریک رگیں ہوتی ہیں
جو خوردبین سے بھی بڑی مشکل سے دھاگے کی طرح نظر آتی ہیں، بہت بڑی
سے بڑی خوردبین سے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان رگوں میں سے بھی
خون دوڑتا ہے، خون چلتا رہتا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جسم انسانی میں بلکہ
ساری زمین کے اوپر جو بھی تخلیقات ہیں، سب میں تین حصے پانی ہوتا ہے ،
ایک حصہ خون ہوتا ہے۔ اور وہ خون بھی پانی کے بغیر نہیں بنتا۔ تو پانی کے اوپر
یہ غور و فکر جو ہے دراصل یہ علم ہے اور علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ (عربی
آیت ...مرج البحرین ...) کہ اللہ نے پانی زمین پر پھیلادیا ، جاری کردیا، اور ایسا
بھی ہے کہ دو پانی کے درمیان ایک ایسا پردہ اللہ تعالیٰ نے ڈال دیا ہے کہ پانی
چل رہا ہے لگتا ہے کہ حد نظر تک ایک جیسے کوئی لکیر ڈالتا ہے ، کاغذ کے اوپر
آپ نے جیسے ایک لکیر ڈال دی ہو۔ اس طرح ایک لکیر پڑی ہوئی ہے ، ایک طرف
پانی کالے رنگ کا ہے ، ایک طرف پانی سفید رنگ کا ہے۔ ایک طرف پانی نیلے رنگ
کا ہے، ایک طرف پانی کالے رنگ کا ہے۔ اور وہ لکیر حد نظر تک ایسی لکیر ہے
کہ جب اس کے اوپر سے جہاز چلتا ہے ، پانی کا جہاز ، بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں تو
پانی کے اندر جہاز کا چلنا ، جب اس لکیر کے اوپر سے وہ جہاز چلتا ہے بظاہر یہ
نظر آتا ہے کہ لکیر ٹوٹ گئی لیکن دونوں طرف پانی ابلتا بھی ہے، جوش بھی
کھاتا ہے ، لہروں کی شکل بھی اختیار کرتا ہے لیکن وہ لکیر نہیں ٹوٹتی۔ اور
میں نے بڑا عجیب و غریب یہ نظارہ کیا ہے کہ ایک طرف پانی کالے رنگ کا ہے ،
ایک طرف پانی نیلے رنگ کا ہے، دونوں طرف لہریں اٹھتی ہیں، بیس بیس فٹ

لمبی لہریں ، اونچی، اور میں وہ عرشے پہ کھڑا دیکھتا رہتا تھا تو بیس فٹ اونچی اٹھنے والی لہر کا ایک قطرہ ادھر نہیں آتا اور بیس فٹ اونچی اٹھنے والی لہر کا ایک قطرہ ادھر نہیں جاتا۔ لہریں اٹھتی ہیں، واپس پلٹ جاتی ہیں ، ادھر اٹھتی ہیں ادھر واپس پلٹ جاتی ہیں۔ برزخ اللہ ... بیچ میں ایک پردہ ڈال دیا ہے۔ پانی کی نوع میں ایک الگ نوع اللہ تعالیٰ نے تخلیق کردی ہے۔ ایک نوع دوسری نوع میں جذب نہیں ہوسکتی۔ کبوتر کوا نہیں بن سکتا، کوا کبوتر نہیں بن سکتا۔ بھیڑ بکری نہیں ہوسکتی۔ بکری بھیڑ نہیں بن سکتی۔ اب پتہ یہ چلا کہ جس طرح اور انواع ہیں زمین کے اوپر مثلاً پرندے ہیں، لاکھوں پرندے ہیں، ہم اس کو پرندے ہی کہتے ہیں۔ چوپائے ہیں، لاکھوں قسم کے چوپائے ہیں ہم ان سب کو چوپائے ہی کہتے ہیں۔ ان کی شکل بھی الگ ہے، صورت بھی الگ ہے، اسی طرح پانی بھی ایک مخلو ق ہے ، پانی کی بھی الگ الگ نوعیں ہیں۔ پھر سمندر کے اندر آپ غور و فکر کریں یہی پانی کا قطرہ جو درخت بن کر اسّی اسّی فٹ اونچا اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے، اپنا مظاہرہ کرتا ہے زمین کے اندر نشیب میں بہنے والا پانی اللہ کے امر سے اللہ کے حکم سے جب درخت کے اندر سرائیت کرجاتا ہے تو اس کی فطرت اتنی زیادہ تبدیل ہوجاتی ہے کہ نشیب میں بہنے والا پانی اسّی فٹ تک اونچا چلا جاتا ہے۔ اور اسّی فٹ تک اونچا جانے والا وہ پانی اوپر آپ کو پیالوں میں جمع ہوکر آپ کو پھل فراہم کرتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ ناریل جب آپ کاٹتے ہیں تو ایک ناریل میں گلاس ڈیڑھ گلاس پانی بڑی آسانی سے نکل آتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہاں کوئی آپ نے پسٹن پمپ نہیں لگا رکھا، کوئی پریشر کے لئے کوئی موٹر نہیں لگا رکھی ، وہ اسّی فٹ پانی مسلسل رگوں میں چل رہا ہے اور جاکے وہاں پیالوں میں جمع ہورہا ہے۔ اور نہ وہ سڑتا ہے نہ وہ گلتا ہے ، نہ وہ خراب ہوتا ہے ۔ تو یہ بھی ایک علم ہے۔ اس سلسلے میں ، میں بڑا پریشان ہوا کہ بھئی یہ پانی اوپر کیسے پہنچ جاتا ہے۔ جب بھی آپ پانی ڈالتے ہیں جڑ میں یہ پانی اوپر کیسے پہنچ جاتا ہے۔ بہت میں اس فکر میں رہا۔ ایک دن میں نے سوچا کہ مراقبہ کرنا چاہئیے دیکھنا چاہئیے یہ کیسے اسّی فٹ پانی کیسے کون سا ایسا پریشر ہے جو اسّی فٹ پانی جارہا ہے اور اوپر پھر جمع ہورہا ہے اور اوپر سے پھر لٹک بھی جاتا ہے۔ یا بدیع العجائب میں نے بڑا عجیب وغریب منظر دیکھا، یہ دیکھا کہ درخت ہے اور وہ درخت غور کیجئے اگر ایک فٹ یا دو فٹ کا اس کی گولائی ہے وہ بہت بڑا درخت بن گیا مثلاً یہ کہ اس میں کوئی آٹھ دس فٹ گول ، جب وہ آٹھ دس فٹ گول درخت بنا تو اس کے اندر کی تمام رگیں بھی بڑی بڑی ہوگئیں۔ اور وہ رگیں ایک موٹے پائپ کی طرح نظر آئیں۔ کہ زمین کے اندر سے وہ پائپ جڑوں کے حساب سے پھیلا ہوا ہے اور وہ پائپ سیدھا جیسے آپ کوئی ایک مصنوعی درخت بنائیں بہت سارے اس میں پائپ لگا کے گول گول ، گول گول پائپ لگا کے پندرہ بیس سولہ اور اس کے نیچے پھیلاکے جڑوں کی طرح اس کو زمین میں پھیلادیں اور مٹی ڈال دیں ، مٹی میں ڈال دیں تو وہ درخت بن جائے گا۔ تو جڑوں میں سے پانی کا ایک قطرہ

کسی ایک جڑ میں سے یا ایک پائپ میں سے یا ایک رگ میں سے زمین کا جو حصہ ہے جس میں وہ پائپ جڑا ہوا ہے وہاں سے ایک قطرہ اس جڑ کے اندر گھسا۔ آپ دیکھئے ایسے آپ کوئی پائپ کا بنائیں درخت اور پانی چھوڑیں تو اس کے اندر گھسے گا۔ تو جیسے ہی ایک قطرہ اس رگ کے اندر یا اس پائپ کے اندر یا اس جڑ کے اندر گھسا جہاں تک نشیب رہا مثلاً آپ نے دیکھا ہے نہ جڑیں سیدھی نہیں ہوتیں جڑیں یوں ہوتی ہیں تو جہاں تک نشیب رہا وہاں تک تو پانی گیا۔ اور اس کے بعد پانی رک گیا۔ پانی رک گیا ایک جگہ جاکے۔ مثلاً ایک پائپ یوں جارہا ہے یہاں جاکے پانی رک گیا۔ تو پانی نیچے سے جارہا ہے تو جب پانی رکا تو اوپر سے اس کے اوپر ایک پریشر پڑاہوا کا۔ اور اس ہوا نے پانی کو زمین کی طرف دھکیلا۔ پانی کو جب ہوا نے زمین کی طرف دھکیلا نیچے کے پریشر سے نہیں اوپر کے پریشر سے تو ادھر سے زمین نے پانی کو دھکیلا نتیجہ یہ ہو اکہ وہ پانی کے پریشر سے اس پانی کے درمیان میں ایک خلاء واقع ہوگیا، پریشر سے۔ ایسے جیسے آپ کسی چیز کو پانی ہو اور اس میں کوئی پتھر ڈالیں تو پانی اچھلتا ہے۔ تو اس طرح ایک پانی اچھلااور اچھلنے کے بعد بس وہ سلسلہ قائم ہوگیا۔ اور وہ پانی قطروں کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ اب صورت یہ ہے کہ نیچے سے پانی جارہا ہے اوپر سے ایک قطرہ گر رہا ہے وہ پانی پھر اوپر ہوجاتا ہے پھر نیچے جارہا ہے پھر اوپر سے ایک قطرہ اور اس طرح قطرہ قطرہ، قطرہ قطرہ ، قطرہ جاکے وہ اسّی فٹ تک پانی پہنچ جاتا ہے۔ ایک نظام ہے کہ پانی اسّی فٹ پہنچانے کے لئے قدرت نے یہ صلاحیت عطا کردی کہ اس نے آکسیجن کہہ لیجئے ، ہوا کہہ لیجئے یا اپنی اپنی طاقت کہہ لیجئے پانی کی طاقت بھی تو ہوتی ہے پانی اگر آجائے تو بڑی بڑی بلڈنگیں ایسی تنکوں کی طرح نکل جاتی ہیں۔ اب وہ درخت کا ایک پورا ایک پائپ ہے نیچے سے پانی جارہا ہے اوپر سے ایک قطرہ گر رہا ہے پھر یہ اوپر ہوجاتا ہے پھر ایک قطرہ گر رہا ہے پھر یہ اوپر ہوجاتا ہے اور برابر ایک ، ایک چین بنی ہوئی ہے۔ جتنی درخت میں رگیں ہیں سب میں یہ عمل جاری و ساری ہے۔ وہ کشش اور گریز کا قانون حضور قلندر بابا نے کتاب لوح و قلم میں لکھا ہے کہ ساری کائنات کشش اور گریز کے اوپر چل رہی ہے اور قائم ہے۔ کشش یہ ہے کہ پانی زمین کے اندر سے اوپر کو جارہا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اوپر سے پریشر کی وجہ سے یا یوں کہہ لیجئے اس کو کہ زمین اپنی طرف ایک طرف پانی جارہا ہے دوسری طرف زمین اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور یہ جانے میں اور کھینچنے میں ایک ایسا پریشر بن گیا کہ پانی قطرہ قطرہ ہوکر اوپر جارہا ہے۔ اب یہ کیا نظام ہے۔ یہی صورت حال آپ انسان کی بھی ہے۔ ماں کے پیٹ میں ایک قطرہ جس کو نطفہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے داخل ہوگیا بالکل یہی عمل جو درخت کی تخلیق میں ہورہا ہے ماں کے ساتھ ہورہا ہے۔ اس ایک قطرے کے اندر جو ماں کا جو خون ہے وہ برابر ٹپ ٹپ ٹپ کرکے گررہا ہے اور ادھر سے جناب یہ پریشر ہورہا ہے ۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ وہ ایک قطرہ جو ہے پھیل رہا ہے۔ پھر وہ مٹر کے دانے کے برابر ہوگیا پھر

اس میں رگیں نکل آئیں پھر ا س میں ریڑھ کی ہڈی بن گئی پھر اس کے اند
رپسلیاں بن گئیں، ہاتھ بن گئے اور ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں سب ۔ تو ایک پانی
کے بارے میں اگر آپ غور و فکر کریں تو پانی ایک اتنا بڑا علم ہے ، اتنا بڑا علم ہے
کہ نوع انسانی ہمارے جیسے انسان اگر کروڑوں دفعہ بھی ختم ہوکر پیدا ہو تو
پانی کے اوپر اس کو احاطہ نہیں کیا جاسکتاہے هوا لذی انزل من السماء ماء
فاخرج بہ من الثمرت ... وہ اللہ جو آسمان سے پانی نازل کرتا ہے اور آسمان
سے جب پانی نازل ہوتا ہے اس پانی سے آپ کے لئے رزق فراہم کرتا ہے۔ وسائل
بناتا ہے۔ پانی سے ککری بن جاتی ہے، پانی سے گوبھی بنتی ہے، پانی سے شلجم
بن جاتا ہے ، پانی سے کبوتر بن جاتا ہے، پانی سے روٹی بن جاتی ہے، پانی سے
گیہوں بن جاتا ہے، ایک پانی کی علمداری سے ہورہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جب
آدم کو علوم سکھائے اور آدم سے کہا تم یہ علم بیان کروفرشتوں کے سامنے، یہ
میں نے ایک ذکر پانی کا کیا ہے۔ تو اگر پانی کے اوپر ہی آپ غور و فکر کرتے چلے
جائیں تو اس کے لئے دنوں اور گھنٹوں چاہئیں اور آپ کی طبیعت سیر نہیں
ہوگی۔ یہ تو ایک علم ہے اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے آدم کو تخلیقی علوم
سکھادئیے ہیں۔ تخلیقی علوم میں زمین کی ساخت کیا ہے ۔ اب زمین کی ساخت
کو دیکھیں آپ زمین طبقات پر تقسیم ہے۔ پپڑیاں جمی ہوئی ہیں اور ان پپڑیوں
کا نام زمین ہے۔ کہیں کچھ رنگ ہوتا ہے، کہیں کچھ رنگ ہوتا ہے، کہیں کوئی
خاصیت ہوتی ہے، کہیں کوئی خاصیت ہوتی ہے۔ ان پپڑیوں کے اندر کہیں تیل
ذخیرہ ہے، کہیں پیٹرول ذخیرہ ہے، کہیں گیس ذخیرہ ہے، کہیں پینے کا صاف
شفاف پانی ذخیرہ ہے۔ اور کہیں چار چار سو، پانچ پانچ سو فٹ پانی کا نام و
نشان ہی نہیں ہے۔ زمین ایک ہے ، پہاڑ بھی نہیں ہے، زمین ہے لیکن سات
سات سو ، آٹھ آٹھ سو فٹ آپ کھودتے چلے جائیں وہاں کچھ بھی نہیں ملتاہے اور
کہیں ایسا ہے کہ آپ دس فٹ بیس فٹ پانی کھودیں وہاں مل جاتا ہے نہایت
شیریں شفاف پینے کے لئے پانی اللہ تعالیٰ فراہم کردیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو
آدم کو علوم سکھائے اور وہ علوم آدم نے فرشتوں کے سامنے بیان کئے تو فرشتے
نے یہ سمجھ لیا کہ انسان کے اندر انسان کے خمیر میں ، انسان کی مٹی میں ،
انسان کی تخلیق میں اگر شر ہے ، فسا د ہے تو لامتناہی علوم کا ذخیرہ بھی
ہے۔ بے شک فرشتوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ بے شک ہمارے اندر شر
نہیں ہے ۔ بے شک ہمارے اندر فساد نہیں ہے۔ فرشتے ایک دوسرے کو قتل نہیں
کرتے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ فرشتے بغاوت پر آمادہ نہیں
ہوتے۔ لیکن پھر بھی فرشتے انسانوں سے اس لئے کم ہیں کہ انسانوں کے پاس
فرشتوں سے بہت زیادہ علم حاصل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بذات خود علم ہی علم
ہے۔ اللہ کی ذات ہی علم ہے۔ فرشتوں نے یہ صورتحال دیکھ کر آدم کے پاس
اللہ تعالیٰ کے علوم کا ذخیرہ دیکھ کر آدم کی حاکمیت کو قبول کرلیاہے لیکن ایک
دوسری مخلوق جنات اس کے پاس بھی بہت علم تھا اس علم کی وجہ سے اس
کے اندر کبر پیدا ہوگیاہے اب اس کا مطلب ہے کہ علم جہاں انسان کے اندر

انکساری اور عاجزی پیدا کرتا ہے وہاں علم کا غلط استعمال انسان کے اندر کبر پیدا کرتا ہے۔ کبر پیدا ہوا اور اس کبر کی بنیاد پر اس نے آدم کی حاکمیت کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت کردیا۔ اب انسان کی دو حیثیتیں قائم ہوگئیں ایک انسان کی حیثیت یہ ہوئی کہ فرشتے جو امن آشتی ، محبت پیار کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔ وہ اس مخلوق نے آدم کی حاکمیت کو قبول کرلیا۔ دوسری حیثیت آدم کی یہ قائم ہوئی کہ شر مقابل آکر کھڑا ہوگیا۔ شر نے آدم کی حاکمیت کو قبول نہیں کیا۔ اب انسان دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔
انسان کی زندگی کا ایک حصہ یہ بنا کہ شر اس کے مقابلے میں ، شر نے اسے چیلنج کردیا۔ اور شر نے یہ بتادیا ہے کہ میں نے تجھے کبھی تسلیم نہیں کرنا۔ تو اب انسان چونکہ شر نے انسان کوتسلیم نہیں کیا ہے اب انسان کی یہ ذمہ داری ہوگئی ہے کہ وہ شر کا مقابلہ کرکے شر کو سرنگوں کرے۔ اگر انسان شر کو سرنگوں نہیں کرے گا تو وہ علوم جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کردئے ہیں ان کا منشاء پورا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین پر اپنا نائب، اپنا قائم مقام اپنے نظام تکوین میں حصہ دار بنایا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ شر کو ناپسند فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ وہ بغاوت کو پسند نہیں فرماتے تو انسان کے پاس جو علوم ہیں ان علوم کی وجہ سے انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیز کو نہ صرف یہ کہ قبول نہ کرے بلکہ اس کا مقابلہ کرے اسے ختم کرنے کے لئے جدوجہد اور کوشش کرے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ جب ہم نوع انسانی کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے ایک ہی بات نظر آتی ہے کہ انسان شر کے سامنے سرنگوں ہوگیا ہے۔ انسان نے شر کو اپنے اوپر مسلط کرلیا ہے۔ انسان اتنا گھٹ گیا ہے، اتنا کمزورہوگیا ہے ، اتنا بدحال ہوگیا ہے کہ لگتا ہے کہ جو فرشتوں نے بات کہی تھی کہ یہ فساد برپا کردیگا زمین کے اوپر وہ فرشتوں کی بات اب پوری ہورہی ہے۔ اگر انسان اس فساد اور شر سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کرتا تو وہ حاکمیت جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے اس کا وہ مجاز نہیں ہے۔ وہ حاکمیت اس سے چھن جائے گی۔ اور چھن گئی ہے۔ اس وقت زمین کی صورتحال یہ ہے ترقی کا نام یہ ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ زمین کے اوپر شر کس طرح پھیلائیں اس کا نام ترقی ہے۔ ترقی کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ آپ انسان کو کم سے کم وقت میں بڑی سے بڑی تعداد میں موت کے گھاٹ اتار دیں، یہ ترقی ہے۔ ترقی یہ ہے کہ انسان جتنا زیادہ بے سکون ہوسکتا ہے ، اسے نیند نہ آئے، اس کا کھانا ہضم نہ ہو، طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو، آج کے دور میں جو ترقی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے کتنا دور ہوسکتا ہے۔ اب یہ دنیاوی آسائش و آرام ریڈیو، ٹی وی یہ وہ فلاں اگرآپ اس کے اوپر غور و فکر کریں کوئی بھی چیز ان میں ایسی نہیں ہے جو انسان کو اللہ سے قریب کرتی ہو۔ کچھ بھی دیکھ لیں، ریڈیو، بجلی ، جب پہلے بجلی نہیں تھی ، مقصد میرا یہ نہیں ہے کہ ترقی نہیں ہونی چاہئے۔ ایک مثال کی بات ہے کہ جب پہلے بجلی نہیں تھی رات کو کام ہی نہیں ہوتا تھا۔

لوگ صبح صبح سویرے سویرے کام پہ نکل جاتے تھے دو تین بجے تک فارغ ہوجاتے
تھے ، اچھا کھاتے تھے، موٹا جھوٹا پہنتے تھے ، سکون تھا، اس زمانے میں کوئی
بیماریاں بھی نہیں تھیں، ستّر اسّی سال کے آدمی ایسے بھاگے بھاگے پھرتے تھے
جیسے آج کل کے جوان بھی نہیں پھرتے۔ چشمے نہیں لگے تھے لوگوں کے۔ آج دس
سال، آٹھ سال کے بچوں کے چشمے لگے ہوئے ہوتے ہیں، بلاشبہ ذہن بہت تیز
ہوگئے لیکن سکون نہیں ہے، نیند نہیں ہے، صحت نہیں ہے، جو آپس میں پیار و
محبت تھی وہ ختم ہوگئی (...آواز غائب ہے ...) اور جو بھائی کہتے تھے بھائی
جان نوکری کرلو ، کوئی کاروبار کرلو تو بڑے بھائی کہا کرتے تھے میاں ہم کیا
مرگئے ہیں، ابھی ہم جو بیٹھے ہیں، تو بڑی سفارشیں ہوا کرتی تھیں، دادی سے
نانی سے بھائی جان کو راضی کرلو تاکہ چھوٹا بھائی جاکے کہیں کاروبار کرلے۔ اور
اب آج کی صورت دیکھ لیں بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو کھارہا ہے، چھوٹا بھائی بڑے
بھائی کو کھارہا ہے۔ دو بھائی آپس میں رہ ہی نہیں سکتے۔ آج تو صورتحال یہ
ہے کہ اولاد ماں باپ کے خلاف مقدمے قائم کررہی ہے۔ ماں باپ اولاد کے خلاف
مقدمے قائم کررہے ہیں، ایک گھر کے پیچھے، ایک چھوٹی سی جائداد کے پیچھے۔
جس کے بارے میں یہ علم ہے کہ نہ ماں باپ لے جائیں گے اور نہ اولاد قبر میں لے
جائے گی، انسان اللہ سے تو دور ہوا ہی تھا اپنوں سے بھی دور ہوگیا ہے۔ تو اگر
یہ ترقی ہے کہ انسان بے سکون ہوجائے، اس کی نیند چلی جائے، اس کی عمر
کم ہوجائے ، آپس کا جو تعلق اور پیار بہن بھائیوں کا ہے وہ ختم ہوجائے ، ماں
باپ کا ادب و احترام اٹھ جائے پھر تو بھائی ٹھیک ہے پھر تو بھائی یہ تو بڑی ترقی
ہوگئی ہے۔ اور اس ترقی کے پیچھے بھی اگر آپ غور کریں کہا تو یہ جاتا ہے یہ
نوع انسانی کے لئے ایک آرام و آسائش کے سامان مہیا کئے گئے ہیں، لیکن جو
لوگ آرام و آسائش کے سامان مہیا کررہے ہیں ان کے پیچھے دنیاوی منفعت کے
علاوہ کچھ نہیں ہے۔ وہ اصل میں سونا چاندی جمع کرنا چاہتے ہیں، ایک گروہ
ہے جو سونا چاندی جمع کرکے انسان کو آرام کے نام پر ایسی چیزیں فراہم کررہا
ہے کہ بظاہر تو بڑا آرام ملتا ہے لیکن اندرونی طور پر ہر آدمی کھوکھلا ہوتا چلا
جارہا ہے۔ اور یہی وہ شر ہے جس کے بارے میں فرشتوں نے نشاندہی کی تھی
کہ یہ زمین پر فساد برپا کردے گا۔ زمین کی مانگ اجاڑ دے گا زمین کو خراب
کردے گا، برباد کردے گا اب تو غذاؤں میں بھی وہ

Fertilizer

آگیا ہے وہ کہتے ہیں جی ایک گیہوں سے اگر سترہ سو دانے نکلتے ہیں تو ایک
گیہوں سے تین ہزار دانے ہونے چاہئیں، نتیجے یہ ہوا کہ انہوں نے ایسا کھاد بنا
لیا ہے کہ حجم تو بڑھ گیا ہے چیزوں کا اندر سے غذائیت ختم ہوگئی ہے۔ یہ وہ
فساد ہے جو فرشتوں نے کہا تھا، اور یہ فساد کیا ہے کہ انسان کا ذہن سونے
چاندی کی اور دولت میں اس طرح جذب ہوجائے کہ اس کو اپنی ذات کا بھی
ہوش نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو علمی

دولت عطا کی ہے اس علم کو پہلے تو سمجھنے کی کوشش کریں جب سمجھیں گے ہی نہیں تو سیکھیں گے کیا۔ اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس علم کو حاصل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کریں اللہ تعالیٰ حضور قلندر بابا اولیائ پر لاکھوں کروڑوں انعامات نازل فرمائیں ، انہوں نے نوع انسانی کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ یہ سب ترقی کا جو جال پھیلا ہوا ہے یہ نظر تو آتا ہے اس میں آسائش و آرام بہت ہے لیکن اس میں ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ آسائش و آرام کے اس جال میں آدمی اس طرح پھنس جاتا ہے کہ اگر وہ نکلنا چاہے نکل نہیں سکتا۔ پر پھڑپھڑا کے وہیں اس کا دم نکل جاتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔ زمین پر موجود جتنی بھی اشیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے پیدا کی ہیں ، اللہ تعالیٰ خود چاہتے ہیں کہ آپ ان چیزوں سے آرام حاصل کریں لیکن ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ یہ بھی چاہتے ہیں کہ آدم کے پاس جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے جو کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں ہے بندے اس طرف بھی متوجہ ہوں۔ اور سلسلہ عالیہ عظیمیہ نے نوع انسانی کو یہ پلیٹ فارم دیا ہے کہ اگر وہ سلسلہ کی تعلیمات پر عمل کریں ، لٹریچر پڑھیں تو یہ مسئلہ انشاء اللہ اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ بڑی آسانی سے حل ہوجاتا ہے۔ ہر مہینے ہم روحانی ڈائجسٹ نکالتے ہیں اور لٹریچر کے علاوہ اس میں بھی ہماری یہی کوشش ہوتی ہے بلاتخصیص مذہب و ملت ہم یہ چاہتے ہیں کہ انسان کا وہ ورثہ جس ورثے نے اس کو ساری کائنات میں ممتاز کیا ہے اس سے یہ واقف ہوجائے اور واقف ہونے کے بعد اس کو سیکھنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

★★★★★

خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 29

Track - 2

36:29

''غیب اور انسانی زندگی''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز دوستو، مہربان بھائیو، جب ہم زمین کے اوپر موجود مخلوق کا تذکرہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے جو بات ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق کا نام کچھ بھی ہو چھوٹی ہو، بڑی ہو ، چار پیروں سے چلنے والی مخلوق ہو ، دو پیر اور دو پروں سے اڑنے والی مخلوق ہو، یا دو ہاتھ اور دو ٹانگوں سے چلنے والی مخلوق ہو، ایک ٹانگ پر کھڑے ہونے والے درخت ہوں ۔ زمین کے اوپر مخلوق جو ہمیں نظر آرہی ہے اس کی بنیادی کمزوری یہ ہے کہ وہ محتاج ہے۔ اسے نہ اپنے وجود کو ظاہر کرنے کا اختیار ہے اور نہ ہی وجود کو قائم رکھنے کے لئے اس کا کوئی

ذاتی اختیار نظر آتا ہے۔ کچھ عرصے کے لئے زمین کے اوپر اس کے وجود کا اظہار
ہوتا ہے او ر معین وقفے کے بعد یہ وجود چھپ جاتا ہے اور اس چھپنے کو ہم
ماضی کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دے سکتے۔ زندگی کو سمجھنے کے لئے اور
شعوری حواس کی تقسیم کے لئے یہ بھی مجبوری ہے کہ ہم زندگی کو حصوں
میں تقسیم کرکے اس کا تذکرہ کریں۔ اس لئے کہ تخلیقی عوامل پر نظر ڈالنے
سے یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ زندگی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو قائم
ہو۔بظاہر ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ آج کا پیدا ہونے والا بچہ وہ کسی بھی مخلوق
کا ہو قائم ہے، چل رہا ہے ، پھر رہا ہے ، بڑا ہورہا ہے، بوڑھا ہورہا ہے، اور
اس دنیا میں ... مستقر و متاع الیٰ حین ... کچھ عرصے رہ کر نہ معلوم کہاں
جارہا ہے۔ جب ہم پیدائش کا تذکرہ کرتے ہیں لامحالہ ہم یہ کہنے پر مجبور
ہیں کہ ہم کہیں سے آئے۔ جب ہم موت کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہماری یہ
مجبوری ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم کہیں چلے گئے۔ زندگی کی چھان پھٹک
کی جائے اور زندگی کو لمحات میں تقسیم کرکر سمجھا جائے تو ایک بات کے
علاوہ دوسری کوئی بات نظر نہیں آتی کہ انسان ایک طرف گھٹ رہا ہے اور
دوسری طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن اگر اس کو گہرائی میں جاکر تفکر کے ساتھ
سمجھا جائے تو بات یہ نظر آتی ہے کہ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں اس کو خود
سمجھ نہیں رہے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کہ اس
زمین پر پیدا ہونے والی ہر مخلوق کا ہر فرد انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر
ایک وقت معینہ کے لئے آیا ہے اور وہ وقت معینہ جیسے ہی پورا ہوتا ہے تو
انسان چاہے نہ چاہے اس کی یہ مجبوری ہے کہ اسے جانا ہے۔ پیدائش سے اگر
ساٹھ سال کا وقفہ متعین کرلیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مستقر و متاع
الیٰ حین ... کہ اس زمین کے اوپر عارضی طور پر قیام کرنا ہے۔ تو پھر ہم یہی
کہیں گے کہ زندگی گھٹ رہی ہے۔ بڑھ نہیں رہی۔ لیکن دیکھنے میں، سمجھنے
میں اور گفتگو میں یہ کہا جاتا ہے کہ زندگی بڑھ رہی ہے۔ اگر ایک بندے کی
عمر ستّر سال ہے تو جس روز وہ پیدا ہوگیا اس روز سے اس کی عمر گھٹنا
شروع ہوگئی۔ بظاہر بچہ آپ کو بڑھتا ہوا نظر آرہا ہے جسمانی گوشت پوست
کے ساتھ لیکن اس آیت مبارکہ کے معانی اور مفہوم کو سامنے رکھ کر غور کیا
جائے تو پیدا ہونے والا بچہ بڑھ نہیں رہا گھٹ رہا ہے۔ عمر کم ہورہی ہے اس
کی ۔ ساٹھ سال یا ستّر سال کا ایک بچہ جب دس سال کا ہوتا ہے تو ہم یہ
کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ دس سال کا ہوگیا۔ لیکن فی الواقع وہ بچہ دس سال کا
نہیں ہوگیا وہ پچاس سال کا رہ گیا۔ جب اس کی عمر بیس سال ہوتی ہے ہم
کہتے ہیں بچہ جوان ہوگیا۔ بچہ جوان نہیں ہوگیا اس کی بیس سال عمر گھٹ
گئی ہے اور بچہ چالیس سال کا رہ گیا۔ علیٰ ھذا لقیاس عمر کی جو بڑھوتری
ہے جس کو ہم بڑھنا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق عمر کا گھٹنا ہے۔
جب ہم ساٹھ سال کے ہوتے ہیں بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ساٹھ سال عمر ہوگئی
ہے ۔ ساٹھ سال عمر نہیں ہوگئی ، ساٹھ سال عمر گھٹ گئی، دس سال باقی

رہ گئے ستّر میں۔ اس زندگی کو اگر اس طرح دیکھا جائے تو ایک ہی فیصلہ کرنا
پڑتا ہے کہ ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں ، ہم جو کچھ سمجھ رہے ہیں وہ سب
فکشن، دھوکہ، فریب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کتنا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی جب
بیس سال کا ہوا تو وہ خوش ہورہا ہے میں تو جوان ہوگیا میری عمر بڑھ گئی۔
لیکن فی الواقع ساٹھ سال میں سے اس کے بیس سال کم ہوگئے۔ دوسری بات
جو ہر مخلوق کے ہر فرد کی محتاجی ہے کہ وہ کھائے پئے بغیر زندہ نہیں رہ
سکتا۔ گیہوں اسے کھانا ہے، پانی اسے پینا ہے ، دودھ اسے پینا ہے ۔ اب صورتحال
یہ ہے کہ اگر یہاں سو روٹیاں رکھ دی جائیں اور ہم سب کھانے لگیں تو نتیجہ یہ
مرتب ہوگا کہ سو روٹیاں ختم ہوجائیں گی۔ یعنی ہم نے سو روٹیوں کو کھالیا۔
جب آیت مبارکہ کو سامنے رکھ کر فکشن حواس کو تسلیم کرکے اس بات کے اوپر
سوچ و بچار کیا جائے تو ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ نوع انسانی جب سے اس زمین
پر پیدا ہوئی اربوں، کھربوں، سنکھوں آدمی زمین پر پیدا ہوئے اور مرگئے ، کھپ
گئے، غائب ہوگئے ، مٹی کے ذرات میں تبدیل ہوگئے۔ لیکن گیہوں اپنی جگہ موجود
ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ لاکھوں کروڑوں سال سے زمین پر پیدا ہونے والی
مخلوق گیہوں کھارہی ہے لیکن گیہوں موجود ہے انسان مٹی کے ذرات میں تبدیل
ہوجاتا ہے۔ اب براہ راست اگر اس بات کو سمجھا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ جو
کچھ ہم کھارہے ہیں یا جس کو ہم کھانا کہہ رہے ہیں یہ دھوکہ اور فریب ہے۔
ہم گیہوں کو نہیں کھارہے گیہوں ہمیں کھارہا ہے۔ اگر ہم گیہوں کو کھاتے تو
گیہوں کو ختم ہونا چاہئے تھا ہمیں ختم نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ہم پانی پی رہے
ہیں،ہم کہہ رہے ہیں صاحب ہم پانی پی رہے ہیں دریا اور سمندر پی رہی ہے
مخلوق پانی لیکن آپ دیکھیں مخلوق ختم ہوگئی ، روز ختم ہورہی ہے لیکن پانی
اپنی جگہ موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم پانی نہیں پی رہے ہیں، پانی
ہمیں پی رہا ہے۔ پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ پہاڑ جمے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں ... و تری الجبال ...... کہ یہ جو تم پہاڑ دیکھ رہے ہو جمے ہوئے ہیں
یہ جمے ہوئے نہیں ہیں یہ تو بادلوں کی طرح فضا میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ ہم
کہتے ہیں کہ صاحب قیامت لاکھوں سال میں آئے گی یا زمین کو بنے ہوئے
لاکھوں، کروڑوں سال گزر گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... یوم تقوم الساعۃ
...... یہ جو قیامت کا جو وقفہ ہے اس میں دیر نہیں ہے۔ قیامت کی آمد میں
اگر وقفہ کا تعین کیا جائے تو ایسا ہے جیسے پلک جھپکنا بلکہ اس سے بھی قریب۔
اس کا مطلب بھی یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ دنیا فریب اور
دھوکہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ہم روز کہتے ہیں کہ صاحب نیا دن نکلا ، نیا
سورج نکلا ، نئی تاریخ ہے، لیکن جو بھی مخلوق رات کو سوتی ہے اور صبح کو
اٹھتی ہے اس کا یہ کہنا کہ آج نیا دن ہے سراسر دھوکہ کے اوپر مبنی ہے۔ اس
لئے کہ جب ہم صبح کو بیدا رہوتے ہیں تو مسجد بھی وہی ہوتی ہے، درخت بھی
وہی ہوتے ہیں ، ہماری بیوی بھی وہی ہوتی ہے، شوہر بھی وہی ہوتا ہے ،
بچے بھی وہی ہوتے ہیں۔ کس بنیاد پر یہ بات کہی جارہی ہے کہ آج نیا دن نکلا۔

اگر دن نیا ہے تو دن کے نکلنے کے ساتھ دن کے مظاہرات میں بھی کوئی تبدیلی ہونی چاہئے۔ لیکن دن کے مظاہرات میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ باپ دادا نے ایک گھر بنادیا ہے۔ اس پہ پوتے پڑ پوتے رہ رہے ہیں گھر اسی طرح ہے ۔ بات یہ ہے کہ انسان تبدیل ہورہا ہے دوسری کوئی چیز تبدیل نہیں ہورہی ہے۔ انسان اپنے فکشن حواس کی تبدیلی کرتا ہے مظاہرات کی تبدیلی نہیں کرتا ۔ یہ بھی ایک انسان کا فریب ہے فکشن ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کا وجود ، انسان کا ظاہری وجود فکشن کے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔قیاس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ انسان کے وجود کی برتری کو کوئی بندہ دلیل سے، عقل سے، علم سے ، دانش سے ثابت نہیں کرسکتا۔ کیسے آدمی ثابت کرسکتا ہے ۔ ہم کہہ رہے ہیں ہم گیہوں کھارہے ہیں ۔ گیہوں موجود ہے بندہ ختم ہورہا ہے۔ بھئی کھانے والی چیز ختم ہونی چاہئیے۔ یا جس کو کھایا جارہا ہے وہ ختم ہورہا ہے۔ تو انسان ہو یا کوئی بھی مخلوق ہو اس کی ساری زندگی، اس کا سارا علوم، اس کا سارا سوچنا سب فکشن ہے۔ سب مفروضہ ہے۔ سب قیاس ہے۔ اب زمین کے اوپر موجود مخلوقات میں واحد ایک مخلو ق ایسی اللہ نے بنائی یا واحد ایک مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحیت عطا کی کہ اس کے اندر ایک تفکر ہے ، ایک عقل سلیم ہے۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ زمین پر کیا ہورہا ہے۔ دوسری مخلوق یہ نہیں سوچتی زمین پر کیا ہورہا ہے۔ اس کے اندر صلاحیت ہی نہیں ہے سوچنے کی۔ تو اب ہمیں یہ سوچ بچار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو سوچنے، سمجھنے، تفکر کرنے ، کھوج لگانے ، گہرائی میں جانے کی صلاحیت کیوں عطا کی۔ اور دوسری مخلوق کو یہ صلاحیت کیوں عطا نہیں کی۔ اس صلاحیت کو استعمال کرتے ہوئے بندہ جو ذرا سا بھی عقل رکھتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میں پیدائش سے پہلے کہیں تھا۔ کہیں سے یہاں آگیا۔ پھر یہ کہتا ہے ، سوچتا ہے کہ جب میں پیدا ہوا تو کہیں سے پیدا ہوا ، کہیں میرا بچپن چلا گیا ، پھر جوان ہوا تو جوانی بھی کہیں چلی گئی ، پھر بوڑھا ہوا بوڑھاپا بھی کہیں چلا گیا۔ پھرمیں مرگیا پھر میں کہیں چلاگیا۔ تو کہیں سے آنا اور کہیں جانا اس بات کی علامت ہے کہ انسان کسی ایسی جگہ سے آرہا ہے ، کسی ایسی جگہ جارہا ہے کہ جس کے بارے میں اس کی آنکھ اسے کوئی اتہ پتہ نہیں دے رہی ہے۔ کہیں سے آنا اگر اس کا آپ کو علم ہی نہیں ہے تو وہ غیب ہے۔ کہیں سے جانا اگر آپ کو اس کا علم نہیں ہے تو وہ بھی غیب ہے۔ تو انسان کی زندگی کی بیس اور بنیاد غیب کے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔ انسان پیدائش سے پہلے جہاں تھا وہ غیب کی دنیا تھی ، انسان کا بچپنا جہاں چلا گیا وہ بھی غیب ہوگئی اس لئے کہ ہماری نظروں سے وہ چیز اوجھل ہوگئی۔ انسان مرنے کے بعد جہاں چلا گیا چونکہ ہم نہیں جانتے کہ کہاں چلاگیا وہ بھی غیب ہوگئی۔ تو انسان کی بیس اور بنیادجو ہے وہ غیب کے علاوہ ہرگز کچھ نہیں ہے۔ اور آپ پیدائش سے پہلے مراحل میں اور آپ غور و فکر کریں تو آپ کو یہ بتایا جاتا ہے تمام پیغمبران کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ یہ جو کائنات ہے یہ

کائناتی جو سسٹم ہے اس کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ یہ ساری
کائنات اللہ تعالیٰ کے ذہن میں پہلے سے موجود تھی ، ہے ، رہے گی۔ اللہ تعالیٰ
نے جب ''کن'' کہا تو یہ ساری کائنات بن گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کائنات کا
وجود اللہ تعالیٰ کے ذہن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو جب پھیلایا اس
کائنات کو مظاہراتی شکل و صورت بخشی تو کائنات ظاہر ہوگئی۔ سوال یہ ہے
کہ کائنات آئی کہاں سے ؟ ایک ہی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذہن میں کائنات
تھی ، اللہ تعالیٰ نے اس کو ''کن'' کہا اور کائنات بن گئی تو اللہ تعالیٰ چونکہ خود
غیب ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذہن تو غیب الغیب ، وراء الغیب، وراء الغیب جہاں سے
یہ کائنات کی تخلیق شروع ہوئی۔ اس کا بھی صاف مطلب یہ ہے کہ انسان کی
بیس، انسان کی بساط ، انسان کی بنیاد ، انسان کی مرحلہ وار تقسیم غیب کے
علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اور غیب کے علاوہ جو زندگی ہے وہ فکشن حواس کے
علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب صورت یہ ہوئی کہ اگر انسان اس بات کے اوپر تفکر
نہیں کرتا کہ میں پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھا اگر انسان اس بات پر تفکر نہیں
کرتا کہ میں بیس سال زندگی گزار کر جب جوان ہوا ہوں تو بیس سال کی
زندگی کہاں گئی مجھے نظر کیوں نہیں آتی۔ کیا کوئی آدمی یہ دعویٰ کرسکتا ہے
کہ وہ بچپن سے بیس سال کی زندگی کو دیکھ سکتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا
کہ انسان غیب کے علاوہ جو ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے، اللہ تعالیٰ
نے یہ جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصے میں جیسے آج حفیظ صاحب نے ماشاء
اللہ بڑی اچھی قرأت کی ، تذکرہ کیا کہ میں نیابت اور خلافت دینے والا ہوں اور
فرشتوں کو سجدہ کیا اور ابلیس نے انکار کیا ایک اللہ تعالیٰ نے جویہ پورا ایک باب
بیان کیا ہے اس کے بارے میں بھی آپ یہی کہیں گے کہ یہ سب کچھ پہلے غیب
میں ہوا ہے۔ پھر جنت کا تذکرہ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت میں رکھا اور وہاں
سے آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنت غیب
نہیں ہے؟ تو جس طرح بھی زندگی کو آپ الٹ پلٹ کریں گے ایک ہی بات قرآن
سے، حدیث سے ، عقل و شعور سے ثابت ہوتی ہے کہ انسان غیب کے علاوہ کچھ
نہیں ہے۔ اور انسان کی جو فضیلت ہے وہ بھی اس بنیاد پر ہے کہ غیب کی دنیا
میں آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علوم سکھائے۔ آدم کی فضیلت اس بنیاد پر ثابت ہے
کہ آدم کو فرشتوں نے سجدہ کیا کیا فرشتے غیب نہیں ہیں؟ آدم کی فضیلت اس
بنیاد پر ثابت ہے کہ جب جنات نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تو ان کو اللہ تعالیٰ نے
معتوب قرار دے دیا۔ کیا یہ کہانی جو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے کہ
فرشتوں نے سجدہ کیا، ابلیس نہیں سجدۂ نہیں کیا ، کیا زمین پر ہوئی؟ یا غیب
کی دنیا میں ہوئی؟ انسانی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے جو غیب کی
ڈوری میں بندھا ہوا نہ ہو۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ انسانی مخلوق کی
فضیلت اسی لئے ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا کردی ہے کہ وہ
غیب کو اور مفروضہ حواس کو سمجھ سکے۔ اگر کوئی انسان غیب کی دنیا سے
رابطہ قائم نہیں کرسکتا ۔ اگر کوئی انسان اس ظاہرے وجود کے ساتھ غیب کی

دنیا میں داخل نہیں ہوتا تو اس کی حیثیت زمین کی دوسری مخلوق کی طرح ہے۔ اس لئے کہ زمین کی دوسری مخلوق کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا نہیں کی کہ وہ انسان کی طرح اس بات کو سمجھے کہ میں کیا ہوں، کہاں سے آیا ہوں، کہاں جارہا ہوں ، میری زندگی کا مقصد کیا ہے، مجھے پیدا کیوں کیا گیا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد جو ہے وما خلقت الجن ولانس الا لعبدون ... یعبدون کا ترجمہ کرتے ہیں کہ انسان اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ اللہ کی عبادت کرکے اللہ کا عرفان حاصل کرے۔ اللہ کو دیکھ لے، اللہ کو سمجھ لے ۔ تو انسان کی پیدائش کا مقصد یہ ہوا کہ وہ اللہ کا عرفان حاصل کرے۔ اللہ کے عرفان کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ غیب کی دنیا میں داخل ہوجائے۔ اگر انسان غیب کی دنیا میں داخل نہیں ہوتا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت کو استعمال نہیں کیا۔ اس نے اس عقل سلیم کو استعمال نہیں کیا جو اسے حکمت سکھاتی ہے۔ جو اسے گہرائی میں لے جاتی ہے۔ و لقد اتینا لقمٰن الحکمۃ انشکر للہ و من یشکر فانما یشکر لنفسہ و من کفر فان ربی لغنی حمید ... اللہ تعالیٰ حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے لقمان کو بصیرت،فہم ، سمجھ ، بوجھ اس لئے عطا کی کہ وہ اس سمجھ کو ، اس عقل کو استعمال کرے ان دی ہوئی صلاحیتوں کو استعمال کرے جو انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص کردئیے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ یہ حکمت لقمان کے لئے ہی نہیں ہے مخصوص کہ بھئی لقمان کو حکمت دی ... و من یشکر ... جو بھی ، جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی اس صلاحیت کو استعمال کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور جو بھی شخص اس صلاحیت کو استعمال نہیں کرتا اور بھیڑ بکریوں کی طرح رہتا ہے وہ دراصل کفران نعمت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ کوئی کیا کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب وہ انسان کو وہ بصیرت عطا کردی کہ وہ اس بات سے آگاہ ہوسکتا ہے کہ پیدائش سے پہلے بھی میں غیب میں تھا ، بچپن بھی میرا غیب میں چلا گیا، جوانی بھی میری غیب میں دفن ہوگئی۔ مرنے کے بعد بھی میں غیب میں چلاگیا۔ جو کچھ میں نے کھایا وہ سب غیب میں چلاگیا۔ دل میرا غیب میں ہے، پھیپھڑے میرے غیب میں ہیں، گردے میرے غیب میں ہیں۔ کیا کسی آدمی کو اپنے گردے، پھیپھڑے نظر آتے ہیں، آنتیں نظر آتی ہیں؟ دماغ غیب میں ہے۔ انتہا یہ ہے کہ جن خیالات کی لہروں سے انسان زندہ رہتا ہے کیا پانچ ارب کی آبادی میں کوئی ایک آدمی اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ جن لہروں کے ذریعے اس کے اندر خیالات بن رہے ہیں اور جن خیالات کے ذریعے وہ زندگی گزار رہا ہے وہ لہریں کبھی اس نے دیکھی ہیں؟ کیا کوئی آدمی اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ جب بھوک لگتی ہے اور بھوک میں انسانی جسم ٹوٹنے لگتا ہے ، کمزور ہونے لگتا ہے کیا کوئی ایک آدمی پانچ ارب میں اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس نے بھوک کو دیکھا ہے؟ محسوس کرنا الگ چیز ہے، دیکھنا الگ چیز ہے۔ تو ہمارا تو بھئی خیال بھی غیب ہے۔ بھوک لگتی ہے وہ بھی غیب سے

ہی کہیں سے خیال آرہا ہے جو ہمیں نظر نہیں آرہا ہے۔ ہمارا جسم ، مادی وجود اس کو محسوس تو کرتا ہے لیکن یہ مادی آنکھ اسے دیکھتی نہیں ہے۔ کھانا پینا بھی غیب میں ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہماری تمام فکشن زندگی سے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ اس بات کا کھوج لگالیتا ہے کہ مادی وجود ، مادی دنیا ، گوشت پوست کا جسم سب گھٹنے والا، فنا ہونے والا ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز قائم رہنے والی ہے جس کو ہم بقا کہہ سکتے ہیں وہ غیب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اگر کوئی بندہ اپنی اصل سے واقف ہوجاتا ہے تو اس نے اس زمین پر آنے کا مقصد پورا کیا۔ اور اگر وہ غیب کی دنیا سے واقف نہیں ہوتا تو اس نے اس دنیا میں آنے کا مقصد پورا نہیں کیا اور اس کی حیثیت ہر گز اشرف المخلوقات کی نہیں ہے۔ آج کی میری معروضات جو میں نے پیش کیں اس میں آپ سب حضرات جب آپ کو وقت ملے بیٹھیں اور بیٹھنے کے بعد یہ تلاش کریں کہ اگر ایک لاکھ سال کی زمین کی زندگی ہے تو ایک لاکھ سال کی زمین کی زندگی کا ایک منٹ، ایک لمحہ کیا ایسا ہے جو غیب نہ ہو؟ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لا تسبوا الدھر ان الدھر ھوا اللہ ... زمانے کو، زندگی کو برا نہ کہو ، زمانے کو اور زندگی کو فکشن حواس قرار نہ دو اس لئے کہ لا تسبوا الدھر ان الدھر ھوا اللہ ...کہ زمانے کی بنیاد اور بساط صرف اللہ ہے۔ جو کچھ یہاں ظاہر ہورہا ہے دراصل وہ اللہ کے ذہن میں موجود پروگرام کا ڈسپلے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا کریں کہ ہم اپنے ذہنوں کو استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو عقل و شعور دیا ہے جس کو قرآن حکمت کہتا ہے اس کو استعمال کریں اگر ہم دماغ کو استعمال نہیں کریں گے تو دماغ ہماری رہنمائی نہیں کرے گا۔ اگر ہمارے پاس بہترین موٹر کار ہے ہم اس کو استعمال نہیں کریں گے وہ ہمارے کام نہیں آئے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ نے دماغ اور صلاحیت انسان کو فاضل اس لئے عطا کی ہے کہ انسان یہ ثابت کرے کہ انسانی مخلوق دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز ہے۔

دعا...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(تلاوت سورة الاخلاص... تین دفعہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(تلاوت سورة الفاتحہ ... ایک دفعہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ ہم نے جو کچھ پڑھا ہے، سنا ہے اس پر عمل کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔یا اللہ ہم نے جو کچھ پڑھا ہے اسے رسول اللہ ﷺ کی دربار میں پیش کردے۔ صحابہ کرام ، ازواج مطہرات، انبیاء کرام ، اولیاء کرام کو اس کا ثواب

پہنچادے۔ حضرت نانا تاج الدین ناگپوری کو اس کا ثواب پہنچا دے۔اور اس کے بعد حضور قلندر بابا اولیا کو اس کا ثوا ب پہنچا دے۔ یا اللہ ! ہم تیرے بندے کی محبت میں یہاں دور دراز سے آئے ہیں یا اللہ! ہمارا یہ سفر ہمارا یہ آنا ، ہماری حاضری کو قبول فرماۓ اور حضور قلندر بابا اولیا اپنے محبوب بندے کی فیض سے ہم سب کو مسفیض فرماۓ اللهم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار ... ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنا کوننا من الخاسرین ... رب اجعلنی مقیما الصلوٰة و من ذریتی و ربنا تقبل دعا... ربنا اغفرلی ولوالدی و لمؤمنین ... و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

★★★★★